سچائی کے ساتھ مبعوث کیا، اگر آپ سمندر بھی ہمارے سامنے لے آئیں اور اس میں داخل ہوں تو ہم آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ ہٹے گا۔ ہم اسے ناپسند نہیں کرتے کہ کل آپ ہمیں لے کر دشمنوں سے مقابل ہوں۔ ہم جنگ میں استوار اور مقابلے میں سچے ہیں۔ امید ہے خدا آپ کو ہماری طرف سے ایسے کارنامے دکھا دے، جن سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ آپ اللہ کی برکت سے چلیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقدادؓ کی تقریر سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا،

چلو اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے میرے ساتھ دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے اور میں گویا اس وقت قریش کے پچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔

ذفران سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو ان گھاٹیوں میں سے گزرے جنہیں الاصافر کہتے ہیں۔ پھر الدبہ نام بستی میں قیام فرمایا۔ بعد ازاں حنان کو دائیں جانب چھوڑ دیا یہ ایک ٹیلا ہے جو بڑے پہاڑ کی مانند ہے۔ آپ نے بدر کے قریب نزول فرمایا۔ شام ہوئی تو علیؓ، زبیرؓ اور سعدؓ بن ابی وقاص کو ایک جماعت کے ساتھ بدر کے چشمے کی جانب روانہ فرمایا کہ کچھ خبریں لے آئیں۔ وہ دو غلاموں کو گرفتار کر لائے جو لشکر قریش کے لیے پانی لانے کی خدمت پر مامور تھے۔ ان سے ابوسفیانؓ کے متعلق پوچھا تو جواب ملا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ پھر انھیں زد و کوب کیا تو دونوں نے اقرار کر لیا کہ ہم ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس پر انھیں چھوڑ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ سلام پھیرا تو فرمایا کہ جب انھوں نے سچ کہا تو تم نے مارا جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا۔

پھر آپ بنفس نفیس مخاطب ہوئے، فرمایا، مجھے قریش کے متعلق بتاؤ؛

غلام: اس ٹیلے کے پیچھے ہیں، جو دور نظر آ رہا ہے۔

اس سے ان کا اشارہ اس ٹیلے کی طرف تھا، جس کا نام عقنقل ہے اور اس طرف کے ناکے کو "العدوۃ القصویٰ" کہتے ہیں۔

پھر فرمایا: وہ لوگ کتنے ہیں؟

غلام: بہت ہیں۔

فرمایا، کھانے کے لیے روزانہ کتنے اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں؟

غلام: کسی روز نو، کسی روز دس۔

اس جواب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ فرمایا کہ لشکر قریش کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے اور یہ اندازہ بالکل درست تھا کیونکہ قریش کی تعداد ساڑھے نو سو بیان کی گئی ہے۔

فرمایا، قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں سے کون کون ہیں؟

غلام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن الاسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، سہیل بن عمرو، عمرو بن عبدود۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے مقابلے کیلیے ڈال دیے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر پہنچ کر پہلے قریبی چشمے پر اُتر گئے۔ حبابؓ بن منذر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ مقام ایسا ہے جہاں اللہ نے آپؐ کو اتارا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ یہ ایک رائے ہے۔ حبابؓ نے گزارش کی کہ یہ اچھا مقام نہیں۔ آگے تشریف لے چلیے، ہم اس چشمے کے پاس اتریں گے جو قریش سے قریب ہے۔ اس کے پیچھے جتنے چشمے ہیں، انھیں ناکارہ بنا دیں گے اور چشمے کے پاس حوض بنا کر اس میں پانی بھر لیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبابؓ کی رائے کو صحیح قرار دیتے ہوئے آگے بڑھے اور قریش کے قریب جو چشمہ تھا، اس کے پاس نزول فرمایا۔ (مولف)

مولانا ابوالکلام آزادؒ

اُمراءِ فُسّاق و رؤساءِ فُجّار

پس رمضان المبارک میں ایک گروہ تو تارکینِ صیام کا ہے۔ جن کے لئے ماہِ مقدس کی برکتوں میں کوئی حصہ نہیں رکھا گیا اور جن کی نفس پرستی پر روزہ رکھنا بہت ہی شاق گزرتا ہے ان میں ایک جماعت امراء و رؤسا کی ہے جو فسق و فجور کی تاریکی میں ایسے سوئے گئے ہیں کہ تقویٰ اور احتساب کی ایک ہلکی سی شعاع بھی ان کے سیاہ خانۂ عمل پر نہیں پڑتی اور استغراقِ لہو و لعب اور انہماکِ شہوات لذات نے انہیں بالکل اپنی طرف مشغوف کر لیا ہے۔ روزہ کی اصل صبر اور تقویٰ ہے۔ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ خواہشوں میں ضبط و تحمل پیدا ہو اور کسی مقصدِ اعلیٰ کے لئے شدائد اور تکالیف برداشت کی جائیں۔ پس اس کے لئے ضبط و تحمل کی، ایثار و احتساب کی، ارتقائے روح و طہارتِ نفس کی ضرورت ہے۔ مگر ان کا نفسِ شریر، اپنی بہیمی خواہشوں میں اس درجہ بے قابو ہو گیا ہے کہ وہ تکلیف اور ایثار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان کی طبیعت خواہشوں کی غلام ہے اور نفس پرستیوں کی عادی ہو گئی ہے پس وہ ایک گھنٹہ بھی ضبطِ جذبات و تحملِ نفس کے ساتھ بسر نہیں کر سکتے۔

وہ ماہِ مقدس جو نزولِ سعادت کی یادگار تھا جو مومنوں کے لئے نیکیوں اور خدا پرستیوں کا سرچشمہ تھا جو ہمیں تحملِ مصائب اور مرضاتِ الٰہیہ کی راہ میں ایثارِ نفس کی تعلیم دیتا تھا۔ آتا ہے اور